ہم حیوانوں سے کیوں نہیں سیکھتے؟

تحریر: سہیل احمد لون

زندگی اللہ تعالیٰ کی وہ امانت ہے جو ہر مخلوق کو کبھی نہ کبھی واپس لوٹانا ہے۔ کائنات کے خالق نے دنیا بنائی اور انسان کو اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز کیا۔ جو چیز انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے وہ زبان، قوت مشاہدہ، تجسس، تحقیق، تجربات، پڑھنا لکھنا وغیرہ شامل ہے۔ جس کی بنا پر ارتقائی عمل بڑی سبک رفتاری سے طے ہوتا ہوا آج انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ نت نئی ایجادات نے انسان کیلئے بہت سی سہولتیں بھی ایجاد کی ہیں اور قدرت کے راز بھی تسخیر کر رہا ہے یہ بھی انسان ہونے کے ناطے اُس کی ذمہ داری تھی۔ ایسے میں جہاں انسانی زندگی کا معیار اعلیٰ ترین ہو گیا ہے۔ وہاں پر اشرف المخلوقات سے افضل المخلوقات بننے کے چکر میں کافی مشکلات بھی آتی جا رہی ہیں۔

اچھی زندگی گزارنے کے لیے کیا اچھا انسان ہونا ضروری ہے؟ اچھے انسان کی تعریف ماحول، حالات، جغرافیہ، ثقافت، مذہب، علاقے، تہذیب اور معاشرتی قدروں سے بدلتی جاتی ہے۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ بہترین انسان بننے کے لیے ہمیں جہاں سے بھی اچھی چیز ملے اسے اپنانا چاہیئے جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا کہ عقل کی بات مومن کا گمشدہ خزانہ ہے وہ اسے جہاں دیکھتا ہے اپنا لیتا ہے۔ اصلاح کے لیے اگر ہم کو اشرف المخلوقات کے نچلے درجے والی مخلوق یعنی حشرات الارض سے بھی کوئی اچھا سبق بغیر فیس کے ملے تو ہم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔

چیونٹی کو دیکھیں تو محنت، جفاکشی اور ہمت کا سرچشمہ لگتی ہے۔ جو اپنے وزن سے ہزار گنا زیادہ بوجھ اٹھا کر بھی نہیں تھکتی اور ہم پر تو اپنے گناہوں کے بوجھ کے علاوہ تو کوئی اضافی بوجھ نہیں ہوتا مگر ہم اکثر جلد ہمت ہار جاتے ہیں۔ شہد کی مکھیوں کو دیکھیں جو ملکہ مکھی کی اطاعت میں اس کے پیچھے لبیک کہہ کر شہد بنانے میں لگ جاتی ہیں اور یہ شاید ان کی اطاعت کا ہی میٹھا ثمر ہے کہ شہد میں دنیا کی بے شمار بیماریوں کی شفاء ہے۔ ہماری قوم کو آج تک ایسی ملکہ مکھی کی طرح کوئی مخلص لیڈر ہی میسر نہیں آیا جس کے پیچھے لبیک کہا جا سکے۔ ہمارا حال تو ان جاہل بھیڑوں کی طرح ہے جو کسی کے پیچھے بھی منہ اٹھا کر چل پڑتی ہیں چاہے انجام اندھا کنواں ہی کیوں نہ ہو۔

صبح سویرے چرند پرند اٹھ کر حمد باری تعالیٰ میں مصروف ہوتے ہیں۔ اٹھنے جاگنے کے مخصوص اوقات ان کے وقت کی پابندی کرنے کا پتہ بھی دیتے ہیں۔ نظم وضبط کا یہ عالم کہ ہوا میں اڑتے پرندے کبھی آپس میں ٹکرا کر کبھی زمین پر نہیں گرتے۔ اور ہم ہر لمحے حادثات کا شکار ہو رہے ہیں۔ کوے کو دیکھا جائے تو کوئی کھانے والی چیز نظر آ جائے تو شور مچا کر اپنی ساری برادری کو اکٹھا کر لیتا ہے اور ہم بھی تو ہیں...... جو مل کر کھا سکتے ہیں مگر صرف اس...... ملک، کو۔ اپنے کمزور اور ناتواں چوزوں کو چیل اور بلی سے بچانے کے لیے مرغی کو کبھی انہیں اپنے پروں کے نیچے لینا پڑتا ہے اور کبھی دشمن پر دفاعی حملہ بھی کر دیتی ہے۔ ہمارے ہاں لیڈر شپ خود سخت سیکیورٹی اور بلٹ پروف گاڑیوں میں

ہوتے ہیں لیکن غریب اور کمزور عوام کو موت کے منہ میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ پیڑ کو دیکھیں تو خود تو سورج کی تپش برداشت کرتا ہے اور دوسروں کے لیے ٹھنڈی چھاؤں کا موجب ہوتے ہیں۔

کتے کی وفاداری سے بھلا کون انکاری ہوسکتا ہے۔ جو اپنے مالک کے آگے پیچھے دم بھی ہلاتا ہے اور اس کی طرف کوئی میلی آنکھ سے دیکھے تو وہ بھونکتا بھی ہے اور اور کبھی موقع آئے تو مالک کے دشمن کو کاٹتا بھی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے اشرافیہ دم بھی ہلاتے ہیں اور پاؤں بھی چاٹتے ہیں اور وہ بھی ان کے جو ہمارے خیر خواہ نہیں......! جن کو پیٹ کاٹ کر اپنی حفاظت پر معمور کرتے ہیں موقع پڑنے پر امریکہ کی زبان بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ کتے کے کردار کی بھی اک صفت ہے کہ اگر کوئی مادہ کسی نر کا انتخاب کر لے تو باقی سب کتے اپنی قسمت پر شاکر ہو کر رفو چکر ہو جاتے ہیں لیکن اشرف المخلوقات میں ابھی یہ صفت بھی پوری طرح پروان نہیں چڑھی۔ تبھی تو 'بچہ اپنا اور بیوی دوسرے کی اچھی لگتی ہے' قناعت میں بھی کتے کا اپنا مقام ہے۔ مگر ان کی اچھی باتیں شاید اس لیے نہیں اپناتے کہ کہیں حیوانی صفات اپنانے سے ہماری انسانیت کی توہین نہ ہو جائے۔ ہاں......!! ان کی بری باتیں اپناتے ہم کو ذرا بھی ملال نہیں ہوتا۔ کتا کتے کا ویری ہے......ہم کیا کم ہیں؟ بڑی مچھلی چھوٹی کو کھا جاتی ہے......تو کیا ہم کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیتے ہیں؟ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے میں ہمارے سیاسی اکابرین بھی ماہر ہیں۔ مگرمچھ کے آنسو بہانے میں بھی ہم خود کفیل ہیں۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں...... ہمارے یہ خفیہ دانت آج تک کسی کو نظر نہیں آئے جن سے نہ جانے کیا کچھ نگل کر ہم ڈکار چکے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔

چیونٹی ذخیرہ اندوزی کرتی ہے۔......اس معاملے میں کیا ہم اک چیونٹی سے مات کھا کر اپنی انسانیت کی ناک کٹوا لیں؟

قدر نبی دا گرج کی جانے ......مردے کھاون والی

مگر اب تو ہمارے ہاں مردے کھانے والے بھی ہیں، مچھروں اور جونکوں کی طرح خون چوسنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں......!

جہاں جانوروں کا ذکر ہو اگر حیوانوں کے شاہ کا ذکر نہ ہو تو ساری حیوانیت کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ اور 'سپر پاور۔ ببر شیر' کو ناراض تو نہیں کرنا۔ چلو اس کی بھی چند صفات کا ذکر ہو جائے۔ بادشاہ سلامت شکار پر اس وقت نکلتے ہیں جب وہ 'بھوکے' ہوتے ہیں۔ اور صرف پاپی پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے وہ تنہا اپنا شکار کرتا ہے۔ اور جیسے اس کی بھوک مٹ جاتی ہے وہ کچھ ذخیرہ کیے بغیر اپنی کچھار میں واپس چلا جاتا ہے۔ اس کے شکار کا تعلق چاہے کسی نسل کے جانور سے ہو اس کو دبوچنے کے لیے کبھی بیرونی طاقتوں کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ جنگل کے بادشاہ کو جمہوری قدروں کو پامال کر کے کسی کو غلام بنانے کا بھی کوئی شوق نہیں۔ آج دنیا کا جائزہ لیں تو پوری دنیا کو تسخیر کرنے کا خواب دیکھ کر اپنے آپ کو 'سپر پاور' کہنے والا جب بھی کسی شکار پر نکلتا ہے تو اسے 42 ممالک کے نیٹو فورسز کی ضرورت پڑتی ہے۔ شاید دنیا کے اس بادشاہ کو اکیلے شکار کرتے خوف محسوس ہوتا ہے۔ اور 10 سال بعد جب وہ کبھی فرد واحد کا شکار کرنے میں کامیاب ہو بھی جائے تو پہلا شکار ہضم ہونے کا انتظار کیے بغیر اگلے شکار کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔ معاملہ بھوک کا ہوتا تو شاید وقفہ پڑ جاتا ادھر تو 'ہوس' ہے۔ جس کی کوئی انتہا نہیں بس انجام 'تباہی' پر ہوتا ہے۔ اس وقت ہوس کے پجاریوں کا بنایا ہوا یہ شیر ہماری دھرتی پر غرا رہا ہے اور

ہمارے لیڈروں کی سیاسی قلابازیاں دیکھ کر لگتا ہے وہ بھی کسی بندر یا بلی سے کم نہیں اور ہنگامی حالات میں خود تو جان بچانے کے لیے محفوظ درختوں پر چڑھ جائیں گے۔ مگر اس عوام بیچاری کا کیا ہوگا......؟ اس کا فیصلہ اب عوام کو خود کرنا ہوگا۔

sohailloun@gmail.com

18 مئی 2011